IMPACT FACTOR 5.473(SJIF)

UPA NATIONAL E-JOURNAL

Interdisciplinary Peer-Reviewed IndexedJournal

Special Issue :Volume -9 : Issue-1 (March-2023)

ISSN 2455-4375

پریم چند :ایک مطالعہ

Prem Chand: Ek Mutalla

Dr. Reshma Tazayeen
Assistant Professor and Head,
Department of Urdu,
L.A.D. & Smt. R.P.College for Women, Shankar Nagar, Nagpur.
reshmaiahmed@gmail.com

پریم چند، اصل نام دھنپت رائے بنارس سے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں لمہی (پانڈے پور) میں ۳۱ جولائی ۱۸۸۰ کو عالمِ وجود میں آئے۔ان کے والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں کلرک تھے۔ پریم چند نے دیہات کی کھلی صاف ستھری فضا اور اسی ماحول میں اپنا بچپن گزارا تھا ۔ اپنے چچازاد بھائیوں اور دوسرے دوستوں کے ہمراہ مختلف کھیل کھیلا کرتے تھے۔ ان کھیلوں میں گلی ڈنڈا ان کا سب سے محبوب کھیل تھا، جس کی یادیں ان کے ذہن میں ہمیشہ روشن رہیں۔ دستور زمانہ کے مطابق پانچ سال کی عمر میں ایک مولوی صاحب سے اردو اور فارسی پڑھنا شروع کیاپریم چند کی زندگی کے اولین دور میں دیہات، ٹوٹی پھوٹی سڑکیں، گلیاں، غریب بستی، ٹوٹے پھوٹے گھر ، مشکل زندگی اور اس سے ٹکراتی انسانی زندگی دکھائی دیتی ہیں ۔ساتھ ہی ساتھ لہلاتے کھیت کھلیان، سرسبز و شاداب باغات کی جھلک بھی ہمیں دکھائی دیتی ہے۔

ابھی ان کی عمر ۸ برس کے قریب تھی کہ ان کی والدہ آنندی دیوی ایسی بیماری پڑیں کہ بستر سے لگ کر رہ گئی اور آخر کار انتقال فرما گئیں۔ ماں کی موت پر وہ اس وقت تو نہ روئے، مگر بعد میں وہ اکثر ماں کی ممتا اور اس کے دلار کو یاد کرکے تنہائی میں بہت رویا کرتے تھے۔اپنی والدہ کے انتقال کے بعدوہ اپنی دادی سے زیادہ قریب ہوگئے ۔ان کی دادی ہر رات انھیں پریوں اور شہزادوں کی کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔اور پریم چند بہت ذوق و شوق سے وہ کہانیاں سنا کرتے ۔ بچپن کی سُنی ان کہانیوں نے آگے چل کر ان کے فنی پہلوؤں کو متاثر کیا۔ جب ان کے والد کا تبادلہ قصبہ جمین پور تحصیل اعظم گڑھ ہوگیا تو پریم چند اور ان کی دادی بھی ہمراہ گئیں ۔ وہاں پہنچ کر ان کے والد نے دوسری شادی کرلی۔ کچھ مدت میں دادی بھی انتقال فرما گئیں اور اس طرح پریم چند کی زندگی نئے مسائل اوردشواریوں سے دوچار ہوگئیں ۔ دوسری ماں کے آتے ہیں وہ اپنے والد کے محبت سے بھی محروم ہوگئے۔ والد کی پوری توجہ اپنی نئی بیوی اور اس کے چھوٹے بھائی وجے بہادر کی جانب مرکوز ہوگئ ۔ اپنے والد کی دوسری بیوی کو وہ چاچی کہا کرتے تھے۔ اب چاچی کا حکم ماننا ہی ان کی زندگی کا نصب العین اور محور بن کر رہ گیا تھا۔ جب والد کا گورکھپور تبادلہ ہوا اس وقت پریم چند کی عمر ۱۴ برس کے قریب تھی۔ وہاں چھٹی جماعت میں مشن اسکول میں ان کا داخلہ ہوا۔

پریم چند کو بچپن ہی سے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی اس شوق میں مزید اور مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پیسوں کی دقت اور تنگی رہا کرتی تھی، اور کتابیں پڑھنے اور انہیں حاصل کرنے کے لئے پریم چند کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، مگر جس موضوع پر بھی انہیں کتابیں دستیاب ہو جاتی وہ ان سے استفادہ حاصل کرتے۔پریم چند کی نئی ماں کے آنے کے بعد سے ان کی زندگی مسائل سے پر ہوتی چلی گئی۔ پندرہ برس کی عمر میں ۱۸۹۶ میں ان کی شادی کر دی گئی اور ایک نئی ذمہ داری ان پر ڈال دی گئی ۔ اسی عرصے میں ان کے والد کا بھی ۱۸۹۷ میں علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب ساری ذمہ داری ان کے کاندھوں پر آگئیں۔ وہ وقت ان کے لیے بہت زیادہ کربناک اور تکلیفوں سے پر تھا۔ باوجود اس کے انہوں نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مقابلہ کیا۔ اور ساتھ ہی اپنی تعلیم بھی انہوں نے کسی طرح جاری رکھیں اور میٹرک کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔

۱۸۹۹ کے دوران ایک روز اچانک ان کی ملاقات پرائمری اسکول کی ایک ہیڈ ماسٹر سے ہوئی اور انھیں اسسٹنٹ ماسٹر کی جگہ پر اسکول میں عارضی ملازمت دے دی گئی۔ اس نوکری سے انہیں ۱۸ روپے مہینہ ملا کرتا تھا۔ جو ان کے لیے کافی حد تک مددگار و معاون ثابت ہوا۔ جب ۱۹۰۲ میں وہ ڈسٹرک اسکول پرتاب گڑھ میں تھے انھیں ٹریننگ کے لئے سرکاری طور پر ٹریننگ کالج الہ آباد بھیج دیا گیا۔وہاں دوران قیام وہ بڑی محنت سے تعلیم اور تربیت حاصل کرتے رہے۔ الہ آباد ٹریننگ کالج میں پریم چند۱۹۰۲ سے ۱۹۰۴تک رہے۔اسی زمانے میں پریم چند کی تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا اوربنارس کے ایک ہفتہ وار' آواز خلق' میں ۸ اکتوبر ۱۹۰۳ سے ان کا پہلا ناول "اسرار معابد" قسط وار شائع ہونا شروع ہوا۔

(پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بحیثیت ناول نگار ، ڈاکٹر قمر رئیس ،ص ۳۶)

پریم چند کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ 'سوز وطن' نواب رائے کے قلمی نام سے منظر عام پر آیا۔ لیکن اس کو ضبط کر لیا گیا اور اس کی جو بھی کاپیاں مل سکیں انہیں آگ کے حوالے کر دیا گیا۔

ان کی پہلی بیوی زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، جس کے باعث اس کے مزاج میں تیزی تھی۔ جھگڑے ہونا عام بات ہوگئی تھی اور ایک مرتبہ جھگڑا اتنا زبردست ہوا کہ وہ گھر چھوڑ کر میکے چلے گی اور اس پر پریم چند نے بھی کبھی اسے واپس نہ بلایا اور نہ ہی وہ خود کبھی واپس آئی۔ دوسری شادی انہوں نے ایک بال ودھوا سے کی۔ بال ودھوا سے شادی کر کے انہوں نے سماج کی فرسودہ سوچ کو بہت پیچھے چھوڑ کر ایک ہمت بھرا قدم اٹھایا۔ ان کی اکثر کہانیوں میں بے میل شادی اور اس کے برے نتائج کا ذکر بھی ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔پریم چند نے اپنی زندگی میں مصائب اور تکالیف کو دیکھا اور برتا ہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی جدوجہد کی۔ جب مہاتما گاندھی جی نے عدم تعاون تحریک شروع کی تو پریم چند نے اس سے متاثر ہو کر اپنی ملازمت سے استعفی دے دیا۔اور پورے انہماک سے لکھنے کے اپنے پسندیدہ اور مرغوب کام میں مشغول ہوگئے۔

پریم چند کا زمانہ مکمل شورشوں کا زمانہ تھا۔ ملک میں مختلف تحریکیں کارفرما تھیں ۔ اصلاحی کاموں کے ذریعے عوام کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی تھی۔اور اخبارات اس زمانے میں اپنے خیالات کو عوام تک پہنچانے کا ایک اچھا خاصا ذریعہ بن گئے تھے۔ باوجود اس کے یہ تحریک شہروں میں تو کامیاب ہو رہی تھی لیکن گاؤں کا مزدور طبقہ اور مظلوم عوام تک ان کے اثرات نہیں پہنچ پا رہے تھے۔ پریم چند نے اپنی کہانیوں اور ناولوں کے ذریعے دیہاتی زندگی اور مظلوم کسانوں کی کہانی عوام تک پہنچائی۔ انہوں نے لوگوں کا دھیان اس جانب کروایا۔ انہوں نے دیہات، دیہاتی زندگی ان کی غریبی ،افلاس و پریشانی اور ان پر کئے جانے والے ظلم و جبر کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنا کر پیش کیا ۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں بتایا کہ کس طرح زمیندار ساہوکار اپنی دولت کے گھمنڈ میں اپنی دولت کے غرور میں غریبوں پر ظلم و جبر کرتا ہے۔ اس طرح کے مسائل پر انہوں نے کہانیاں لکھیں اور لوگوں کو اس جانب متوجہ کیا۔

پریم چند کا ایک مشہور اور کامیاب ناول "گؤدان" دیہاتی زندگی اور وہاں پیش آنے والے مسائل کو اچھی طرح بیان کرتا ایک کامیاب ناول ہے۔ جس میں پریم چند کا قلم ان تمام مسائل کو یکے بعد دیگرے پیش کرتا نظر آتا ہے۔ گؤدان کہ کرداروں میں ہوری، گوبر، دھنیا کا نام سر فہرست ہے۔ ہوری کا کردار اس ناول کا مرکزی کردار ہے۔ ہوری محنت مزدوری کر کے اپنے خاندان کا پیٹ بھرنے کے لیے جی جان سے محنت کرتا ہے۔ گؤدان ہوری اور دھنیا کی غریبی، بے بسی اور قربانی کی دکھ بھری داستان ہے۔ ہوری جھوٹی عزت اور روایتوں کے بندھنوں میں جکڑا رہتا ہے۔ اور حد تو یہ ہے کہ وہ ان فرسودہ روایتوں کو توڑنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کرتا ۔ ان روایتوں کو پورا کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ وہ گنوا دیتا ہے۔کیونکہ وہ برادری سے کٹ کر رہنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی لئے جو پرانی ریت و روایت چلی آرہی ہے وہ اسی کو پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ گؤدان میں پریم چند نے جاگیر دارانہ نظام کے اس خوف ناک پہلو کی جانب بھی اشارہ کیا ہے،جہاں انسان کی کوئی حیثیت نہیں۔

"کون کہتا ہے کہ ہم تم آدمی ہیں ؟ ہم میں آدمیت ہے؟ آدمی وہ ہیں جن کے پاس دھن ہے، بل ہے اور بدیا ہے۔ ہم لوگ تو بیل ہیں اور جتنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس پر ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ میل کا نام نہیں ہے، ایک کسان دوسرے کے کھیت پر نہ چڑھے تو کوئی جا پھا کیسے کرے؟ پریم تو سنسار سے اٹھ گیا ہے۔"

(گؤدان ، پریم چند، نومبر ۹۲، ص ۲۹)

کسان کی زندگی زمیندارکو لگان اور ساہوکار کو سود دینے ہی میں گزر جاتی ہے۔ سود پر سود بڑھتے ہی چلا جاتا ہے اور ختم ہونے کا نام نہیں لیتا اور آخر کار وہ کسان اپنی زمینوں، اپنے کھیت کھلیانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور خود اپنی زمین میں کسان سے مزدور بن کر رہ جاتا ہے۔

"آج پانچ سال ہوئے، ہوری نے دلاری سے تیس روپے لیے تھے۔ تین سال میں تیس کے سو ہو گئے۔ اس وقت اسٹامپ لکھا گیا۔ دو سال میں اس پر پچاس روپے سود چڑھ گیاتھا ۔"

(گؤدان ، پریم چند، نومبر ۹۲، ص۲۳۳)

اس ناول میں پریم چند نے پوری دیہاتی زندگی کو بیان کردیا ہے۔ امیروں اور غریبوں کے درمیان طبقاتی فرق اور امیروں کے ذریعے غریبوں پر کیے جانے والے مظالم، سماج میں موجود ناانصافی اس ناول میں بخوبی نظر آتے ہیں ۔

پریم چند نے ناولوں اور کہانیوں کے ذریعے زندگی کی مشکلات پریشانیاں مسائل کا بیان کیا۔ ان کی قلم بند کہانیوں میں ایک ہی وقت پر کئی رنگ ایک ساتھ ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ان کے افسانوں کے مرکزی کرداروں میں انسانیت دکھائی دیتی ہے۔ ساتھ ہی ان کی کہانیوں میں ہمیں ہندو مسلم اتحاد و اتفاق سے متعلق مضامین بھی دکھائی دیتے ہیں۔ سماج کی فرسودہ رسم و رواج اور اس کے خلاف احتجاج دکھائی دیتا ہے ۔ انہوں نے مزدوروں کی معاشی بدحالی کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے دور کے مسائل کی طرف پوری توجہ کی اور ان دشواریوں کو بخوبی پیش کیا۔ پریم چند نے زندگی کی سچی تصویر کشی کی ہے۔ لفظوں کا مناسب استعمال کرنے کا فن ان میں موجود ہے۔ زبان میں سادگی اور اثر موجود ہے ، جو قاری کو اپنی جانب متوجہ کر جاتی ہے اور غور و فکر کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔